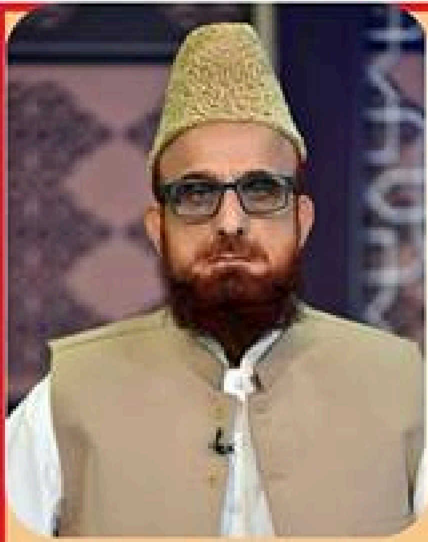




زاویۂ نظر

مفتی اعظم پاکستان

مفتی منیب الرحمن

روزنامہ دنیا، 20 نومبر 2017ء

علامہ حافظ خادم حسین رضوی

تحریک پاکستان کے زمانے میں کانگریس کے ہم نوا علماء نے ''جمعیت علمائے ہند'' کی بنیاد رکھی، اس کے مقابل اُس دور کے علمائے اہلسنت نے قائد اعظم، مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ''جمعیت علمائے پاکستان'' کی بنیاد رکھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد بیس سال تک جمعیت علمائے پاکستان سیاست میں متحرک نہیں رہی، بعض ادوار میں اس کے بارے میں درباری جماعت کا تاثر بھی پیدا ہوا اور محض ایک علامتی سیاسی جماعت کے طور پر نام چلتا رہا۔ 1968 میں کراچی میں جماعتِ اہلسنت کی بنیاد رکھی گئی اور علمائے اہلسنت بتدریج سیاسی میدان میں متحرک ہوئے۔ 1970 میں اہلسنت کے اتحاد کے لیے پہلے سنی بورڈ بنا اور پھر اُسی سال جون میں دارالسلام ٹوبہ میں ایک تاریخی کنونشن ہوا، اس میں جمعیت علمائے پاکستان کا اِحیاء ہوا اور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا، اس منصب پر بعد میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ فائز ہوئے۔ اس وقت کے اکابر علمائے اہلسنت کی قیادت میں جماعتِ اہلسنت کراچی فعال ہوئی اور پھر 1970 کے پہلے قومی انتخابات میں جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لیا اور کراچی، حیدر آباد اور سکھر میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثرات کے طفیل پنجاب میں جھنگ اور مظفر گڑھ میں جمعیت علمائے پاکستان کو کامیابی ملی اور پہلی مرتبہ جمعیت کے سات ارکان قومی اسمبلی میں پہنچے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973 کے دستور کی تشکیل اور بعد ازاں عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور ارتدادِ قادنیت کی دوسری آئینی ترمیم پاس کرانے میں جمعیت کی قیادت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ قومی اسمبلی میں ارتدادِ قادیانیت کی قرارداد کے محرک علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت علمائے ہند کی فکر کے وارث مسلکِ دیوبند کے علماء نے مفتی محمود صاحب کی قیادت میں جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد ڈالی، 1962 کے بالواسطہ انتخابات میں قومی اسمبلی اور مغربی پاکستان اسمبلی میں ایک ایک نشست حاصل کی اور سیاست میں متحرک ہوگئے۔ 1970 کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے قومی اسمبلی کے ممبران کی تعداد بھی سات تھی۔ مولانا فضل الرحمن نے اقتدار کے کھیل میں بہتر سیاسی سودا بازی کی صلاحیت اپنے والدِ ماجد سے ورثے میں پائی ہے، چنانچہ اُس وقت کی سرحد اسمبلی میں مفتی محمود صاحب اپنے تین ممبرانِ صوبائی اسمبلی کے بل پر نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ اتحاد کر کے وزیرِ اعلیٰ بن گئے۔

جمعیت علماء پاکستان نے 1976 کے انتخابات میں بھی کامیابی حاصل کی، مگر پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کے سبب یہ اسمبلیاں فعال نہ ہوسکیں اور 5 جولائی 1977 کو مارشل لا نافذ ہوگیا۔ 1985 کی غیر جماعتی بنیاد پر منتخب اسمبلیوں میں بھی جمعیت علماء پاکستان کی قومی اور سندھ اسمبلی میں مناسب تعداد موجود تھی۔ اس کے بعد کراچی میں ایم کیو ایم کا فیکٹر آیا، جمعیت علماء پاکستان اور جماعت اسلامی کو کراچی کی سیاست سے ایک طرح سے بے دخل کردیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایم کیو ایم کی تخلیق کے پیچھے غیبی قوتوں کی منصوبہ بندی کارفرما تھی تاکہ کراچی کی سیاست سے مذہبی قوتوں کا اثر ورسوخ ختم ہوجائے، اس کا نقصان یہ ہوا کہ کراچی، حیدرآباد وغیرہ قومی سیاست کے مرکزی دھارے سے کٹ کر رہ گئے۔ اس سے پہلے ملک میں برپا ہونے والی ہر سیاسی اور جمہوری تحریک میں کراچی کا قائدانہ کردار ہوتا تھا، اب اُسے ایک لسانی پارٹی کے حوالے کردیا گیا اور شروعات ہی میں یکے بعد دیگرے اُسے پاکستان کی دیگر قومیتوں سے لڑا کر اس کے خمیر میں نفرت پیوست کردی گئی۔ یہ کراچی، سندھ اور پورے پاکستان کے جسدِ ملی کے لیے سیاسی نقصان کا باعث بنا اور اس کے نتیجے میں کراچی کو تعلیم ومعیشت سمیت مختلف شعبوں میں کئی جہتوں سے بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا اور مستقبلِ قریب میں اُس کی تلافی آسان نہیں ہے۔ 2002 میں علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں دینی جماعتوں کے اتحاد پر مشتمل ''متحدہ مجلس عمل'' کی تشکیل ہوئی۔ علامہ شاہ احمد نورانی کی وجاہت سے اتحادِ مسالک کا ایک نمایاں تاثر پیدا ہوا اور ایم ایم اے کو 2002 کے انتخابات میں ناقابلِ تصور کامیابی نصیب ہوئی، لیکن بحیثیت جماعت، جمعیت علمائے پاکستان کو نقصان اٹھانا پڑا، کیونکہ دولت وثروت کے بل پر مسلک کو کنٹرول کرنے والے کراچی کے چند اہلِ ثروت نے اس اتحاد کے خلاف فتوے جاری کرائے، سرمائے کے بل پر اہلسنت کے ووٹ تقسیم کرائے اور اس کے نتیجے میں سب نقصان میں رہے، اس کے بعد اہلسنت قومی اور مقامی سیاست میں غیر مؤثر ہوکر رہ گئے۔ اہلسنت کے زوال کا اصل المیہ یہ تھا کہ رُشد وہدایت کے مراکز کو علمی معیار، تقویٰ وکردار اور قابلیت واہلیت کے بغیر موروثی بنادیا گیا۔ تعلیم وتربیت جوان مراکز کا خاصہ تھا، وہ نہ صرف ختم ہوگیا بلکہ اُس کے برعکس مسند نشینوں کے کردار کے سبب دین کو شدید نقصان پہنچا، علامہ اقبال نے اس درد کو اپنے اشعار میں سمویا ہے:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی ۔۔۔ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
شہری ہو، دہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ ۔۔۔ مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں، سود ہے پیران حرم کا ۔۔۔ ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد ۔۔۔ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

علامہ اقبال نے مزید کہا:

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے ۔۔۔ گلیمِ بُوذر و دَلقِ اُویس و چادرِ زہرا

ترجمہ: ''یہ شیخِ حرم ہی تو ہے جو حضرت ابوذر غفاری کی کملی، حضرت اویس قرنی کی گدڑی اور سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہم) کی مقدس چادر کو بھی بیچ کھاتا ہے''۔ کیونکہ جب طریقت وسلوک اور رشد وہدایت کے مراکز اور مسندیں علمی معیار اور اہلیت وقابلیت کے بغیر وِراثت بن جائیں، تو زوال نوشتۂ دیوار ہے۔ پھر سیاسی مَسندیں بھی وراثت میں منتقل ہونے لگیں اور زوال کا ایسا سفر شروع ہوا جو ختم ہونے میں نہیں آرہا۔ الفاظ کے معانی: سالوس: فریبی چرب زبان ☆ مہاجن: دولت مند وساہوکار ☆ زاغ: کوا ☆ گلیم: کملی ☆ بوذر: فقیر منش صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ☆ دَلق: گدڑی۔

اس پسِ منظر میں مردِ درویش علامہ حافظ خادم حسین رضوی ایک رُجحان ساز کے طور پر منظر پر آئے، وہ اس میدان میں ماضی کے اعتبار سے

روایت شکن اور حال و مستقبل کے اعتبار سے رُجحان ساز (Trendsetter) ثابت ہوئے۔ان کے نام کے ساتھ صاحبزادہ، شہزادہ، پیرزادہ، حضرت زادہ اور میر زادہ کا کوئی سابقہ یا لاحقہ نہیں ہے، سو وہ روایت شکنی اور روایت سازی میں بارش کا پہلا قطرہ اور روشنی کی پہلی کرن کے طور پر نمودار ہوئے۔ اہلسنت کے بکھرے ہوئے جذباتی نوجوان اُن کے اردگرد جمع ہونا شروع ہوگئے، انہیں امید کی کرن نظر آئی، یہاں انہیں تصنّع، چمک دمک نہیں بلکہ فقر کی جھلک نظر آئی۔ میں اُن کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کِبر و عُجب، ریا، تَعلّی، فریب وشُرورِ نفس کے نفسیاتی عوارض، خوشامدیوں اور بندگانِ اغراض کے مشوروں سے بھی محفوظ فرمائے، وہ حسد، نگاہِ بد اور شماتتِ اَعداء سے بچے رہیں۔ ماضی میں اپنی دیانتدارانہ سوچ کے باعث ہمیں اُن کے مقاصد سے اتفاق کے باوجود حکمتِ عملی سے اختلاف رائے رہا ہے، ہماری مخلصانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حکمت و تدبر کی نعمت سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو متضاد صفات کا حامل بنایا ہے، انسان کے مزاج میں غضب و جلال بھی رکھا ہے اور اُسے عجز و نیاز کا پیکر بھی بنایا ہے، انسان کا کمال اس میں ہے کہ اس پر ہر وقت غضب و خشونت کی کیفیت غالب نہ رہے۔ ہمارے لیے نمونۂ عمل ذاتِ پاک مصطفی ﷺ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''(اے حبیبِ مکرم!) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا فیضان ہی تو ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے لیے نرم دل ہوگئے اور اگر (خدانخواستہ) آپ تُند خُو اور سخت دل ہوتے، تو وہ ضرور آپ کے اردگرد سے بکھر جاتے، سواُن کے (قصور) معاف کردیجیے، اُن کے لیے استغفار کیجیے اور (اہم) امور میں اُن سے مشورہ کیجیے، پھر جب آپ عزم کرلیں، تو (کامیابی) کے لیے اللہ پر توکل کیجیے، بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے، (آل عمران:168)''۔

اس آیہ مبارکہ میں ایک قائد کے لیے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں اور میں علامہ حافظ خادم حسین رضوی سے گزارش کروں گا کہ اس آیت کا مطالعہ کریں اور اس کے اندر جو دل پذیری ہے، اُسے اپنے مزاج میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ ہمارے اکابر کا شِعار یہ تھا کہ وہ عام حالات میں اپنے عقیدت مندوں اور تلامذہ کے ساتھ ہنس مکھ رہتے، پیار کا برتاؤ کرتے، انہیں اپنے قریب کرتے، اُن کے اندر اعتماد کے ساتھ ساتھ اُن کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکالات کو رفع کرتے، انہیں قائل کرکے اپنی جانب مائل کرتے، ہمہ وقت جلال اُن کا مزاج نہیں تھا۔ البتہ موقع کے مطابق جلال بھی انسان کا وصفِ کمال اور مومن کی شان ہے، نبی ﷺ نے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا:''(اللہ تعالیٰ نے) میری شخصیت میں ایسا رُعب، دبدبہ اور سطوت و شوکت رکھی ہے کہ دور سے بھی کسی کی نظر پڑ جائے تو وہ مرعوب ہوجاتا ہے''، حدیثِ پاک میں ہے:

''حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اُس وقت مسئلۂ تقدیر پر بحث کررہے تھے، آپ ﷺ غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کا رُخِ مبارک (فرطِ غضب سے) اس قدر سرخ ہوگیا کہ گویا آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں اِن امور (میں بحث کرنے) کا حکم دیا گیا ہے، کیا میری بعثت کا مقصد یہ ہے؟، ان امور میں بحث کرکے تم سے پہلی قومیں بھی ہلاک ہوئیں، میں تمہیں قسم دلاکر کہتا ہوں کہ ان (حسّاس) امور میں بحث نہ کیا کرو، (سنن ترمذی:2133)''۔ مومن کے اَخلاقِ عالیہ میں جلال و جمال کے اِسی حسین امتزاج کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کلمات میں بیان فرمایا ہے:''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے جو اصحاب ہیں، (وہ) کفار پر انتہائی سخت ہیں اور آپس میں (بے حد) نرم دل ہیں، (الفتح:29)''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے مسجدِ نبوی میں قبلے کی جانب بلغم لگا ہوا دیکھا، آپ ﷺ کو غصہ آیا یہاں تک کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، پھر ایک انصاری عورت آئی، اُس نے اُسے رگڑ کر صاف کیا اور اس کی جگہ خوشبو لگادی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا ہی اچھا کام کیا ہے، (سنن ابن ماجہ:762)''۔